



امام عشق و محبت

مؤلف

حضرت مفتی محمد رفیع الاسلام رضوی مصباحی

ناشر علامہ اہل سنت والجماعت دارالافتاء دارالعلوم اسلامیہ

سیدنا اعلیٰ حضرت کی علمی و فقہی بصیرت

دنیا کی تاریخ رہی ہے کہ ہر ملک والے اور ہر مذہب والے اپنے ملک و مذہب کی عظیم شخصیات کو ان کے بے مثال کارناموں کی وجہ سے انعامات و اکرامات اور مختلف القاب و آداب کے ساتھ معزز ایوارڈ سے نوازتے ہیں اور یہ حق بھی ہے کہ ان کو ان چیزوں سے نوازا جائے۔ اس ملک ہندوستان میں تیرہویں صدی کے اخیر اور چودھویں صدی کے آغاز میں ایک ایسی بے مثال اور ممتاز و منفرد شخصیت گذری ہے جنہوں نے اپنے زریں کارناموں سے ہندوستان کی عظمت کو دنیا کے گوشے گوشے میں عام کیا۔ ان کے ان حیرت انگیز کارناموں کی بنیاد پر اگر انہیں ہندوستان کے سارے معزز ایوارڈ سے بھی نواز دیا جائے تو بھی میرا یہ کہنا حق بہ جانب ہی ہوگا ”کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا“۔ اسی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کچھ علمی جھلک ملاحظہ کریں۔

مجدد اعظم فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ولادت با سعادت ۱۰ ارشوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ بوقت ظہر بریلی شریف میں ہوئی، اور وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ دو بجکر اڑتیس منٹ پر دوران اذان جمعہ ہوا۔ آپ کی عمر بھی چار سال تھی کہ آپ نے قرآن عظیم کا ناظرہ ختم کر لیا اور چھ سال کی عمر میں بڑے بڑے علما و فضلا کی موجودگی میں میلاد رسول کے موضوع پر نہایت کامیاب اور علمی تقریر فرمائی جسے خوب خوب پسند کیا گیا۔ آٹھ

سال کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب ہدایۃ النحوی عربی زبان میں ایک جامع شرح لکھ کر اہل علم و فن کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا، امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے تمام مروجہ علوم و فنون اپنے والد ماجد غزالی زماں مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ سے پڑھ کر تقریباً چودہ سال کی عمر میں سند فضیلت حاصل کی، اور مسند درس و افتاء کو زینت بخشی، والد ماجد کے علاوہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی، علامہ احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ، علامہ عبد الرحمن مکی، علامہ حسین بن صالح مکی، اور حضرت مولانا شاہ سید ابوالحسن احمد نوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی استفادہ فرمایا۔ آپ نے کچھ علوم تو اپنے زمانے کے متبحر علمائے کرام سے پڑھے باقی علوم خدا داد قابلیت کی بنا پر مطالعہ کے ذریعہ حل کئے اور تقریباً پچپن علوم و فنون میں میر العقول مہارت حاصل کیا اور تقریباً ہر فن میں تصانیف بھی یادگار چھوڑیں۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے، اسی دن رضاعت کے مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا، اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد ہوا۔ اس دن سے آخر عمر تک فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور فتاویٰ رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کا گراں قدر سرمایہ (جسے باب فقہ بصیرت نے اس دور کا فقہی انسائیکلو پیڈیا کہا) امت مسلمہ کو دے گئے۔ اور قرآن پاک کا مقبول انام ترجمہ لکھا جو ”کنز الایمان“ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے ”من یرد اللہ بہ خیرا یفقهہ فی الدین“ امام احمد رضا قادری قدس سرہ بلاشبہ ایک فقیہ المثل فقیہ تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی فتاویٰ و تحریر علمی کا اپنے توائپے غیروں نے بھی برملا

اعتراف کیا۔ چنانچہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں: لطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی تحریر علمی کے قائل ہیں کون نہیں جانتا کہ امام احمد رضا بریلوی نے ندوۃ العلماء کی صلح کلیت کا سخت تعاقب اور رد کیا تھا، اس کے باوجود ندوہ کے ناظم اعلیٰ علامہ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں ”ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید کوئی ان کا ہم پلہ ہو، اس حقیقت پر ان کا فتاویٰ اور ان کی کتاب کفل الفقہ شاہد ہے جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی“ (فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱/ کلمات آغاز)

ایک فقیہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ آپ کو بدرجہ اتم حاصل تھے، قرآن کریم کا آپ نے بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر آپ کو گہرا عبور حاصل تھا، شان نزول، نسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے، یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ ”کنز الایمان“ سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے۔ محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی فرماتے ہیں ”علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کچھ بڑے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو

زبان میں (روح) قرآن ہے“ (حوالہ سابق) یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے مصنف تھے، حج تھے یا وکیل تھے۔ (فتاویٰ رضویہ میں علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد تقریباً پندرہ سو ہے) امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ ان سے جو عالم بھی ملا، عقیدت و احترام سے ملا اور ہمیشہ کے لیے ان کا مداح بن گیا۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ان کے بیان و استدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے، اس کے باوجود آپ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ میں مجتہد ہوں اور براہ راست کتاب و سنت سے استدلال کرتا ہوں بلکہ آپ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں اور مذہب حنفی کی تائید و حمایت میں ہی دلائل فراہم کرتے ہیں۔ آپ نے کثیر مقامات میں اکابر فقہائے متقدمین سے اختلاف کیا ہے لیکن کیا مجال کہ ان کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ کہہ دیں یا ایسا کلمہ کہہ دیں جو ان کے شایان شان نہ ہو، آپ اپنی تنقید و گرفت کو معروضہ یا تطفل سے تعبیر کرتے ہیں۔ انہیں معروضات و تطفلات کی ایک جھلک آپ بھی دیکھیں: احادیث کی سندوں پر بحث اور ان سندوں کے راویوں کے حالات پر نظر رکھنا پھر ان میں ثقہ، ضعیف، تام الضبط، متروک اور مشکوک فیہ وغیرہ کی معرفت حاصل کرنا، پھر ان احادیث کے درمیان صحیح، صحیح، حسن، ضعیف، موضوع، معلل، شاذ، مشہور، متواتر، غریب اور عزیز وغیرہ میں امتیاز کرنا، علم حدیث

کا ایک نہایت دقیق اور مشکل پہلو ہے۔ ایک محدث کے لیے اس پہلو (اسماء الرجال) پر قدرت اور مکمل دسترس ضروری ہے۔ محدث بے مثال امام احمد رضا قادری قدس سرہ اس میدان میں بھی نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں چنانچہ آپ نے اسماء الرجال جیسے مشکل مرحلہ کو بھی جس حسن و خوبی کے ساتھ سر کیا ہے اس کا اندازہ ذیل کی تفصیل سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ سوال ہوا کہ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا اور اس کی بیوی کو بھی اس کا علم ہے تو اب زید پر اس کی بیوی حرام ہوئی یا نہیں؟ امام احمد رضا قادری قدس سرہ جو اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ پیش ہے: زید کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی اگرچہ اس کی بیوی کو اس کے ناجائز تعلقات کی خبر بھی نہ ہو اور اس کا نکاح فاسد ہو گیا، اور فاسد شدہ نکاح کا نسخ کر دینا فرض ہے البتہ نکاح خود بخود زائل نہیں ہوتا جب تک کہ زید متار کہ نہ کر لے، یہی حکم قرآن کریم و احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور یہی اکابر صحابہ کرام، ائمہ کرام اور فقہائے عظام کا مذہب ہے۔ کچھ لوگ اس حکم کے مخالف ہیں اور فرماتے ہیں کہ بیوی حرام نہیں ہوئی اور دلیل میں یہ حدیث ”لا یحرم الحرام الحلال“ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، حالانکہ یہ حدیث سخت ضعیف و ساقط اور ناقابل احتجاج ہے، سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کی ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آئی ہے اور اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسحق ابن ابی فروہ ہیں جو کہ محدثین کے نزدیک متکلم فیہ ہیں، اب ہمیں اصل گفتگو اسی راوی کے تعلق سے کرنی ہے کہ یہ راوی متکلم فیہ ہیں یا متروک البتہ یہ طے ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جملہ محدثین کے نزدیک۔ اس حدیث کی سند یہ ہے: حدثننا یحییٰ بن معلی بن منصور ثنا اسحق ابن محمد الفروی ثنا عبد اللہ ابن عمر عن نافع عن ابن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یحرم الحرام الحلال۔ اس حدیث کے راوی اسحق بن محمد فروی کو امام عبدالحق اور امام ابن ہمام اور امام ابوالفرح نے متروک قرار دیا، چنانچہ امام عبدالحق نے احکام میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا: فی اسنادہ اسحق ابن ابی فروہ و هو متروک۔ اس کی اسناد میں اسحق ابن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے، نقلہ عنہ المحقق فی الفتح۔ امام ابوالفرح نے علل متناہیہ میں فرمایا: یہ حدیث اسحق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے، امام بخاری نے فرمایا: محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ اب امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی تحقیقات جلیلہ اور ان تینوں اماموں پر معروضات ملاحظہ کیجئے اور داد تحقیق دیجئے، چنانچہ آپ رقم طراز ہیں: سمع من لایسی حافظین جلیلین عبدالحق و ابی الفرح کو التباس واقع ہوا، اسحق بن ابی فروہ خواہ اسحق فروی دو ہیں ایک اسحق بن عبد اللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ سے یہی متروک ہے اسی کو امام بخاری نے تو کوہ فرمایا..... تہذیب التہذیب میں ہے: قال ابو زرعة و جماعة متروک..... میزان میں ہے: لم ار احدا مشاہد و قال ابن معین و غیرہ لا یکتب حدیثہ..... غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر یہ قدیم ہے ۳۶ھ میں انتقال کیا قالہ ابن فدیك یا ۴۴ھ میں کما قالہ ابن سعد و غیر واحد و هو الصحیح کما فی تذهیب التہذیب، یحییٰ بن معلی نے کہ طبقہ حادیہ عشرہ سے ہیں اسے کہاں پایا۔ دوم اس کے بھائی کے پوتے اسحق بن محمد بن اسمعیل بن

عشق اعلیٰ حضرت کی جھلکیاں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں اعلیٰ حضرت امام عشق و محبت مجدد اعظم امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ العزیز کو اپنے دین حق و صداقت کی خدمت و تحفظ کے لئے چن لیا، محیر العقول کمالات سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز نے خدمت دین متین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور تادم اخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیتے رہے، آپ نے ستر سے زائد علوم و فنون کے ذریعہ ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آج بھی زمانہ آپ کے ان محیر العقول کارناموں سے محو حیرت ہے، آپ کی انہیں خدمات جلیلہ کثیرہ کی بنیاد پر دنیاۓ اسلام بشمول حرمین طہیین کے جلیل القدر علما نے آپ کو متعدد القابات و خطابات سے نوازا اور آپ کو اپنے زمانہ کا مجدد تسلیم کیا۔ چند مشہور القابات آپ بھی ملاحظہ کریں: اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد مآۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، عالم اہل سنت و جماعت، حامی سنت حاجی بدعت، شیخ الاسلام والمسلمین بمایۃ من آیات اللہ، (حیات اعلیٰ حضرت) اور مشہور انام لقب امام عشق و محبت ہے جو زبان زد عوام و خواص ہے۔

آپ کی خدمات کا دائرہ کار کافی وسیع ہے مگر بطور خاص جس مشغلہ کو آپ نے اپنی زندگی کا نصب العین ٹھہرایا وہ عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے، آپ کو محبوب رب

عبداللہ بن ابی فروہ یہ تیج تابعین سے بھی نہیں ان کے تلامذہ سے ہیں، رجال بخاری و ترمذی وابن ماجہ سے، امام بخاری کے استاذ ہیں، ۲۶۱ھ میں انتقال کیا یہ ہرگز متروک نہیں، امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی تو ان کی نسبت تو کچھ کیوں کر فرماتے، ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا اور ابوحاتم وغیرہ نے صدوق کہا البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں..... پڑھا ہر کہ اس حدیث کے راوی یہی اسحق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ وہ اسحق بن عبداللہ فروی متروک اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۵/ ۲۴۷-۲۴۹، کتاب النکاح)

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا مقام علم حدیث اور اسماء الرجال میں بخوبی نمایاں و ممتاز ہے، جہاں امام عبدالحق، امام ابوالفرح، اور محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام جیسے جلیل القدر محققین سے التباس واقع ہوا، آپ نے ایسے مقام کو بھی جس حسن و خوبی کے ساتھ حل کیا ہے یقیناً وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی تصنیفات میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جنہیں آپ نے اپنی وسعت نظر، جودت فکر، کمال فقاہت اور حسن تدقیق سے حل فرما کر ایسی تحقیقات پیش کی جو آپ سے پہلے کسی مصنف کے قلم سے رونما نہ ہو سکیں۔

Mb:8670758621,9647721327

Email:rafiqmisbahi@gmail.c

العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق و محبت تھا آپ فنا فی الرسول تھے، عشق مصطفیٰ علیہ السلام میں ہر وقت مستغرق رہتے کیوں نہ ہو کہ یہی فرمان الہی بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (ال عمران ۳۱/۳۲)** اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور آقائے کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری، کتاب الایمان، ج: ۱، ص: ۷۷)** تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔ یہ حدیث پاک معیار ایمان کی نشاندہی کر رہی ہے، یقیناً محبت رسول ہی مدار ایمان ہے، امام عشق و محبت کی ذات اس حدیث مبارکہ کی گویا عملی تفسیر ہے۔ آپ زندگی بھر اپنی تحریر، تصنیف، تدریس اور تقریر کے ذریعہ مسلمانان عالم کو عشق و محبت کا یہی جام پلاتے رہے کہ

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ نازدوا اٹھائے کیوں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروں جہاں نہیں

اور کبھی امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کو اپنے سینوں میں عشق مصطفیٰ کی آگ لگا کر آتش دوزخ

سے چھٹکارے کی ترغیب دیتے ہوئے یوں عرض گزار ہوئے ہیں:

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے

جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

کبھی مسلمانان اہل سنت و جماعت کے ایمان و عقیدے کی تحفظ کے لئے آپ کی زبان و قلم سے یہ صدائے دلنواز آتی رہی:

دشمن احمد پہ شدت کیجئے

محدوں کی کیا مروت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل

یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

عشق اپنے کمال عروج کو اس وقت پہنچتا دکھائی دیتا ہے جب ہم امام عشق و محبت کی اس نرالی عادت کریمہ کو پڑھتے ہیں کہ آپ بشل نام اقدس ”محمد“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سرم، کہنیاں، ح، کمر، اور پاؤں دُ بن کر گویا نام پاک ”محمد“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بن جاتا۔ (اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، ص: ۱۳۹) امام اہل سنت کے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ پہلو بھی کتنا مسحور کن ہے کہ آپ اپنے ملفوظات میں ارشاد فرماتے ہیں: بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوگا اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوگا، جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (نفس صدر) جب کوئی مرد خدا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحر رحمت میں اس طرح غوطہ زن ہوتا ہے تو پھر مخلوق

خدا ایک زبان ہو کر پکارتی ہے

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ.... سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام
امام اہل سنت جنہوں نے زندگی کے ہر لمحہ کو عشق مصطفیٰ کے لئے وقف کیا، امت مسلمہ
کو اپنے محبوب کی تعظیم و توقیر اور بارگاہ محبوب کی حاضری کے آداب و اصول یوں بتاتے رہے:
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا۔۔۔۔۔ ارے سر کا موقع ہے اوجانے والے
ہاں ہاں رو مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ۔۔۔ او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے
اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاک پاک۔۔۔ حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
جب خود ایسے عاشق رسول کی حاضری بارگاہ محبوب میں ہوئی تو اس وقت کیا کیفیت رہی
ہوگی یقیناً اس کیفیت کو صفحہ قرطاس تک منتقل کرنے میں قلم کو سوائے اپنی معذرت کے
اظہار کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔

امام عشق و محبت نے اپنی زندگی میں دو حج کئے، ۳۲۴ھ میں جب آپ نے دوسری
مرتبہ زیارت حرمین شریفین زادما اللہ شرفاً و تعظیماً کا قصد کیا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے اس فرمان عالی شان کے پیش نظر کہ ”جو میری زیارت کو آیا سو میری زیارت کے اور کسی
حاجت کے لئے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں۔“ (المعجم الکبیر
للطبرانی، ج: ۱۲، ص: ۳۲۵) امام اہل سنت نے مدینہ طیبہ کی حاضری کو اصل مقصد قرار دیا
اور یوں گویا ہوئے:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا.... پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نبضت کدھر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے.... اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

(حیات اعلیٰ حضرت)

امام عشق و محبت نے آداب حاضری بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحریر فرما کر امت
مسلمہ کو بارگاہ رحم و کرم سے بھیک مانگنے کا کتنا عمدہ سلیقہ بتایا، آپ رقم طراز ہیں: ۱۔
زیارت اقدس قریب بواجب ہے ۲۔ حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو
یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے ۳۔
راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جائے ۴۔ جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ ہے
کہ پیادہ ہو لو، روتے، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کئے، اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ
جائے سراسر اینکے تو پامی نہیں۔۔۔۔۔ پائے نہ بیٹی کہ کجائی نہی

۵۔ جب قبة انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو ۶۔ جب شہر اقدس پہنچو
جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصور میں غرق ہو جاؤ ۷۔ جب در مسجد پر
حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے
ہو، بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو ۸۔ اس وقت جو
ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے کہ آنکھوں، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل
سب خیال غیر سے پاک کرو ۹۔ یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی
حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے
تھے۔۔۔ امام محمد ابن الحاج کلمی مدخل اور امام احمد قسطلانی المواہب اللدنیہ میں اور ائمہ دین
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات

جوان کے کمال عشق و عرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہ رسالت میں ان کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے۔ (امام احمد رضا اور تصوف، ص: ۴۰، ۴۱)

محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و وارفتگی کا انعام بھی اس عاشق صادق کو کتنا عظیم ملا، آپ بارگاہ رسالت سے بڑے قریب ہو گئے، مدینۃ المنورہ کا فیضان آپ پر جھوم جھوم کر برستا تھا، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر رحمت آپ کو اپنے جلوؤں سے سرشار رکھتی تھی۔ پوری زندگی اپنے آپ کو بارگاہ رسالت و نبوت کے کتوں کے زمرے میں شامل کر لینے کی خواہش رکھنے والا عاشق صادق جب اس دنیائے فانی سے رخصت ہوا تو رحمت کو نین کی مہربانیوں کی موسلا دھار بارش میں اس عاشق کا پورا وجود شرابور تھا۔ جذبات محبت کے کیف میں سرشار اس پر وانہ نبوت کا یہ پر کیف اور پر انوار واقعہ ملاحظہ کریں جس سے بارگاہ محبوب میں اس پروانے کی مقبولیت و محبوبیت کا اندازہ ہو جائے گا "بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ، ٹھیک ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے، وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں: فداک ابی و امی، میرے ماں باپ حضور پر قربان کس کا انتظار ہے؟ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: احمد رضا کا انتظار ہے، انہوں نے عرض کی، احمد رضا کون ہیں؟ حضور نے فرمایا: ہندوستان میں بریلی

کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد انہوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں۔ پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ جب بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں، وہ ۲۵ صفر (۱۳۴۰ھ) کو اس دنیا سے سوئے کوئے جاناں روانہ ہو چکا ہے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۳۹۱)

علوم و فنون کا وہ کوہ ہمالہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ دو بجکر ۳۸ منٹ میں عین اذان جمعہ جبکہ ادھر جی علی الفلاح کا نغمہ جانفزا سنا ادھر روح پر فتوح نے داعی الی اللہ کو لبیک کہا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

Mb:8670758621,9647721327

Email:rafiqmisbahi@gmail.com

ماہ صفر اور غلط فہمیاں

الحمد للہ رب العلمین، تمام تر خوبیاں اور کمالات اس پروردگار عالم جل جلالہ کے لئے جو خالق و مالک ہے، ستار و غفار ہے، واحد و یکتا ہے، قیوم و قادر ہے، علیم و خبیر ہے، سمیع و بصیر ہے، ازلی وابدی ہے، جس کی شان فَعَالٌ لِّمَا یُرِیدُ، اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے، جملہ افعال و اعمال میں وہی مؤثر حقیقی ہے۔ تقدیر کا بھلا برا اسی کی جانب سے ہے، مرض و شفا اسی کے دست قدرت میں ہے۔ جس نے اپنی توحید اور دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے انبیائے کرام اور مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک لمبا سلسلہ مبعوث فرمایا، اسی سلسلہ الذہب کی آخری کڑی رحمۃ اللعلمین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراقدس پر ختم نبوت کا تاج زریں سجا کر اپنے دین منتخب کی تکمیل کا یہ پُر کیف اعلان سنایا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ: ۵/۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ اور ساتھ ہی اپنے حبیب کو شارع مطلق بنا کر جملہ کمالات و اختیارات سے نوازا اور اپنے بندوں پر یہ پُر جلال حکم صادر فرمایا: وَمَا اَتَکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: ۵۹/۷) اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ رب ذو الجلال کے محبوب نے بھی اپنا حق محبوبیت خوب ادا کیا۔ بندگان خدا پر فلاح و ظفر کے سارے راز ہائے سر

بستہ منکشف کر کے راہ حق و صداقت کو روشن و منور کر دیا۔ اپنے بلند اخلاق و کردار اور پرکشش دعوت و تبلیغ سے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو مشرق تا مغرب عام و تمام فرما دیا اور دنیا نے بسر و چشم تسلیم کیا کہ اسلام مذہب مہذب ہے، مکمل ضابطہ حیات ہے، چھوت چھات سے بالاتر ہے۔ قرآن و حدیث سے متضادم نظریات و توہمات باطل و مردود ہیں، زمانہ جاہلیت کے بے بنیاد اور غلط رسومات کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے، غلط فہمیوں اور بدشگونیوں کو پیروں تلے روند دی گئی ہیں۔ اس تناظر میں ایک سچے اور اچھے مومن کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ اسلام کے ان بے غبار اور صاف و شفاف تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے اور باطل نظریات و توہمات کو قطعاً خاطر میں نہ لائے۔ مگر ہائے رے شوی قسمت! سچ کہا ہے ڈاکٹر اقبال نے:

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

ایمان کی دولت لازوال سے شاد کام ہونے والا مومن و مسلمان فرسودہ رسومات اور باطل تصورات کا چور دروازہ اب بھی کھولے ہوا ہے، مصائب و آلام میں گرفتار شخص محاسبہ نفس، توبہ و استغفار، توکل علی اللہ کی بجائے نحوست و بدشگونی کا بازار گرم کر کے جاہلیت کے عقائد باطلہ کا مدم و معاون ثابت ہو رہا ہے جو سر اسر روح ایمان کے خلاف ہے۔

معاشرہ میں پھیلی غلط فہمیوں کی فہرست کافی طویل ہے، سردست ہم ماہ صفر کے حوالے سے کچھ باتیں قلم زد کر رہے ہیں۔ ماہ صفر المظفر کے حوالے سے لوگ کچھ زیادہ ہی افراط و تفریط کا شکار نظر آتے ہیں کچھ تو اس مہینہ کو اتنا منحوس سمجھتے ہیں کہ اس میں کسی بھی کام کا

آغاز کرنے سے بالکل گریز کرتے ہیں۔ بیماریوں اور مصیبتوں کا گھر سمجھتے ہیں۔ اس ماہ کی نحوست سے بزمِ خویش ہر وقت سہمے رہتے ہیں۔ اور کچھ اس مہینہ کی آخری چار شنبہ (بدھ) کو سیر و تفریح، کھیل کود اور عیش و طرب کا جشن زریں تصور کرتے ہیں یہ گمان کر کے کہ اسی دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مرض سے صحت یاب ہوئے تھے حالانکہ یہ بات ائمہ سیرت و تاریخ کے خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس دن آپ کے مرض میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ ماہ صفر کے تعلق سے یہ وہ باطل نظریات و توہمات ہیں جس کا سد باب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت پہلے ہی کر دیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا عَدْوَى وَلَا طَيْرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ (ج: ۴، ص: ۳۶، باب لا ہامۃ، کتاب الطب) کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی، بدشگونی جائز نہیں، اُلو اور صفر کے مہینہ میں کوئی نحوست نہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انہیں الفاظ کے ساتھ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی سنن میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا عدوی ولا صفر ولا ہامۃ۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سے دوسرے کو بیماری نہیں لگتی، صفر اور الوہض وہم ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: لا عدوی ولا ہامۃ ولا نوۃ ولا صفر۔ اور صفر کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے خود امام ابوداؤد فرماتے ہیں: سئل مالک عن قولہ لا صفر قال ان اهل الجاہلیۃ كانوا یجلون صفر ینجلون عامًا ویحرمونہ عامًا فقال التیمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ لَا صَفَرَ۔ امام مالک سے صفر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: زمانہ جاہلیت کے لوگ صفر کو ایک سال کے لئے حلال کر لیتے اور دوسرے سال کو حرام ٹھہراتے اس لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ صفر کا یہ تصور وہم کے سوا کچھ نہیں۔ اسی میں ہے: بَقِیَّةُ قَالَ قُلْتُ لِمَحْمَدِ بْنِ رَاشِدٍ۔ فَقَوْلُهُ صَفَرٌ قَالَ سَمِعْنَا اَنْ اَهْلَ الْجَاهِلِیَّةِ یَسْتَشْشُمُونَ بِصَفَرٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لَا صَفَرَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَقَدْ سَمِعْنَا مَنْ یَقُولُ هُوَ وَجَعٌ یَاخُذُ فِی الْبَطْنِ فَکَانُوا یَقُولُونَ هُوَ یُعْذِی فَقَالَ لَا صَفَرٌ۔ (سنن ابوداؤد ج: ۲، ص: ۵۴۶، باب فی الطیرۃ۔ کتاب الطب) محدث بقیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ محمد بن راشد سے صفر کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: ہم نے سنا ہے کہ اہل جاہلیت صفر کو منحوس سمجھا کرتے تھے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفر کے تعلق سے یہ تصور کوئی چیز نہیں ہے۔ محمد بن راشد نے یہ بھی کہا کہ ہم نے کسی کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ وہ ایک درد ہے جو پیٹ میں ہوتا ہے اور جاہلیت والے کہتے ہیں کہ وہ متعدی ہے تو حضور نے فرمایا کہ ایسا صفر کوئی چیز نہیں ہے۔ مذکورہ احادیث اور اس کی تشریحات سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ ماہ صفر کو منحوس سمجھنا، اس میں آفات و بلیات کے نزول کا تصور، اس مہینہ میں شادی بیاہ سے گریز کرنا، اس میں کسی اچھے کام کے آغاز کو ناپسند کرنا، اس مہینہ میں سفر نہ کرنا وغیرہ، یہ سب زمانہ جاہلیت کے باطل عقائد و نظریات کی پیداوار ہیں، دین اسلام میں ان کی کوئی جگہ نہیں۔ فرحت و سرور اور رنج و الم کا آنا اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے، تقدیر میں بھلا برا بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے، مصیبتیں اور پریشانیاں خود ہمارے بد اعمالیوں کے نتیجے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا آصَابْکُمْ

مَنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ (الشوریٰ: ۳۰/۳۲) اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (التوبہ: ۵۱/۹) تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ جب کوئی آدمی گرفتار بلا و مصیبت ہو تو اسے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، برائیوں اور گناہوں سے کثرت کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا چاہیے، مصائب و آلام سے نجات کے لئے نبی رحمت شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاؤں کی شکل میں جو ہمیں نسخہ کیمیا عطا فرمایا ہے اس کو عمل میں لانا چاہیے۔ چنانچہ سنن ابو داؤد میں ہے: حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بدشگون کی کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: اچھا شگون قال نیک ہے اور بدشگون کسی مسلمان کے کام میں رکاوٹ نہیں بنتی، پس جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِنِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَنْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اے اللہ! ہر طرح کی بھلائیوں کو لانے والا تو ہی ہے اور ہر قسم کی برائیوں کو دفع کرنے والا بھی تو ہی ہے، نہ برائی سے بچنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی کوئی قوت ہے مگر اللہ ہی کی مدد سے۔

(ابوداؤد، ج: ۲، ص: ۵۴۷، باب فی الطیرۃ، کتاب الطب)

اب ہم ماہ صفر کے حوالے سے فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ کے

اقوال نقل کر کے اپنی بات تمام کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً ماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نحس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔۔۔۔۔ ماہ صفر کا آخر چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں، بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا، وہ باتیں خلاف واقع ہیں۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں آتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں سب بے ثبوت ہیں۔ بلکہ حدیث کا یہ ارشاد لا صفر یعنی صفر کوئی چیز نہیں، ایسی تمام خرافات کو رد کرتا ہے۔

(بہار شریعت، حصہ: ۱۶، ج: ۳، ص: ۶۵۹، ۶۶۰) واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی

خادم درس و افتادار العلوم رضائے مصطفیٰ ثیا برج کوکا تا ۲۴

Mb:8670758621,9647721327

مصنف کی دیگر کتابیں

